فقہ الزکوٰۃ

ہسپتال یا دیگر رفاہی کاموں پر زکوٰۃ کا استعمال اور شرعی حکم

مولانا حافظ حسن مدنی

مدیر ماہنامہ محدث لاہور

پاکستانی معاشرے میں جوں جوں دین سے تعلق کمزور پڑتا جا رہا ہے، توں توں لوگوں کے رجحانات میں بعض غیر معمولی تبدیلیاں دیکھنے میں آ رہی ہیں۔ ہم اپنے گرد و پیش ایک نئی چیز کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اندر ہی اندر اس کو عجیب سمجھتے ہوئے اجنبیت محسوس کرتے ہیں، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ یہ احساس کمزور ہو جاتا ہے اور یوں ایک نئی چیز معاشرے میں اپنے وجود کو مستحکم کر لیتی ہے۔ یہ جدت طرازی اگر تو انفرادی سطح پر ہو تو اس کو پھیلنے میں وقت لگتا ہے، لیکن اگر اسے میڈیا کے جدید ترین ذرائع کے ذریعے متعارف کرایا جائے تو پھر برسوں کیا، مہینوں میں یہ نئی چیز اپنی جگہ پیدا کر لیتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے کے ذمہ دار عناصر اس حوالے سے اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے معاشرے کی نبض پڑھ کر لوگوں کو درست سمت رہنمائی دیں تاکہ ہمارا معاشرہ ایسی کیفیت کا شکار نہ ہو جائے کہ جس کا جی چاہے، محض ابلاغ کے بال بوتے پر عوام کو اپنے پیچھے لئے پھرے۔۔۔!!!

ان دنوں رمضان المبارک اپنی برکتوں کے ساتھ امتِ اسلامیہ پر سایہ فگن ہے۔ چند سالوں سے رمضان المبارک کی آمد کے ساتھ ہی ایک نئے رجحان نے جنم لیا ہے جو جدید شہروں سے دیگر علاقوں کی طرف تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے۔ رمضان المبارک سے ہفتہ عشرہ پہلے لاہور، کراچی اور اسلام آباد جیسے شہروں کی شاہراہیں زکوٰۃ حاصل کرنے کی مہمات کا مرکز بن جاتی ہیں۔ اور مختلف خوبصورت نعروں، دیدہ زیب بینروں اور بورڈوں کے ذریعے کئی ایک گروہ مسلمانوں کی زکوٰۃ سمیٹنے کے لئے میدان میں اُتر آتے ہیں۔ ان میں زیادہ تعداد تو ہسپتالوں کی ہے۔ جس کے ساتھ ساتھ اب تعلیم اور رفاہِ عامہ کے دیگر کاموں کے لئے بھی اشتہاری سرگرمیاں شروع ہو چکی ہیں۔ آج سے صرف چند برس پہلے دیکھیں تو زکوٰۃ کے حوالے سے اس رجحان اور سرگرمی کا کوئی وجود نہیں ملتا۔

ایک طرف اسلام کے ایک اہم ترین فریضے کے حوالے سے قوم میں پروان چڑھایا جانے والا یہ ایک نیا رجحان ہے، جو شاہراہوں سے بڑھ کر اب اخباروں، ویب سائٹوں اور متعدد ٹی وی چینلوں تک پھیلتا جا رہا ہے۔ دوسری طرف سوئے اتفاق سے یہی وہ سال ہیں جن میں اسلام کی خدمت کرنے والے اداروں پر عالمی طاقتوں کی آشیر باد سے عرصۂ حیات تنگ کرنے کی جنونی مہم بھی شروع کی گئی ہے عالم اسلام میں دین کے حوالے سے عظیم خدمات انجام دینے والے اداروں کو نہ صرف بلیک لسٹ / 'بین' کر دیا گیا بلکہ بینکوں میں ان کے اثاثے بھی منجمد کر دیئے گئے۔ ان کے معاونین کو طرح طرح سے دھمکایا گیا اور ان کے حسابات کی جانچ پڑتال کے نام پر اُن میں دخل اندازی کو پروان چڑھایا گیا۔ بظاہر یوں نظر آتا ہے کہ دینی اداروں کی سرگرمیوں کو محدود کر کے اور انہیں ڈرا دھمکا کر عوام کے جذبۂ خیر و انفاق کا رخ

محض انسانی مصالح کی طرف موڑا جا رہا ہے۔ اس کوشش میں حکومت کے ساتھ ساتھ وہ ملٹی نیشنل کمپنیاں بھی شامل ہیں جو سیکولر اداروں کے لئے بھاری بھرکم اشتہاری مہم کو سپانسر کرتی ہیں۔ یاد رہے کہ یہ وہی ملٹی نیشنل کمپنیاں ہیں۔ جو معاشرے میں فسق وفجور اور الحاد واباحیت کو پروان چڑھانے والے میلوں اور تہواروں کو بھی ہائی جیک کر کے مسلم عوام کی اپنی مخصوص ذہنیت کے مطابق رجحان سازی کا مکروہ کردار ادا کرنے میں پیش پیش رہتی ہیں۔

قابل توجہ امر ہے کہ آخری ایک دو سالوں سے یہ رجحان زکوٰۃ سے بڑھ کر دیگر صدقات تک بھی وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ برس عیدالاضحیٰ کے موقع پر سندھ میں قربانی کی کھالوں کو جمع کرنے والے لوگوں میں ایم کیو ایم کافی متحرک نظر آئی۔ جو جماعت اپنے پھیلائے ہوئے خوف ودہشت کی بنا پر لوگوں سے بھتے لینے میں مشہور ہو، اگر وہ لوگوں سے قربانی کی کھالیں بھی جمع کرنا شروع کر دے تو کسی کو کیا مجال انکار ہے! اس پر طرہ یہ کہ بعض مقامات پر پیپلز پارٹی نے بھی قربانی کی کھالوں کو جمع کرنے میں دلچسپی دکھائی۔۔۔۔!

ہماری نظر میں اس سارے عمل کے پیچھے بنیادی مسئلہ لوگوں کی دین سے وابستگی میں کمی، تصورِ دین میں تبدیلی، بے عملی اور اسلامی احکامات سے لاعلمی ہے۔ اوّل تو عام لوگوں کو زکوٰۃ دینے کی توفیق ہی خال خال ہوتی ہے، اس کے بعد جو لوگ کسی وعظ وتلقین کی بنا پر زکوٰۃ دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو انہیں یہ علم ہی نہیں ہوتا کہ اسلام کی رو سے اس کے مصارف کیا ہیں؟ یہ بات باعمل مسلمانوں کے لئے بھی ایک اچھبنے کی حیثیت رکھتی ہے کہ اسلام کی رو سے زکوٰۃ کے مصارف میں 'مریض' یا 'تعلیم' سرے سے شامل ہی نہیں ہے۔ غالباً ایم کیو ایم یا پیپلز پارٹی ایسی سیکولر جماعتوں کو صدقہ، زکوٰۃ حاصل کرنے میں اس بنا پر کامیابی حاصل ہو جاتی ہے کہ لوگ زکوٰۃ کو کسی بھی کارِ خیر بلکہ عوامی کام کا مناسب مصرف سمجھتے ہیں، جبکہ اسلام کا تصورِ صدقہ وخیرات ایک غیر مسلم کے 'ڈونیشن' کے تصور سے کافی مختلف ہے۔

زیر نظر تحریر میں یہی کوشش کی گئی ہے کہ زکوٰۃ وصدقات کے حوالے سے اسلامی مصارف کو کتاب وسنت سے پیش کیا جائے تاکہ جو لوگ اللہ کو راضی کرنے اور اپنا شرعی فرض ادا کرنے کے لئے اپنے مال کو خرچ کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، وہ محض لاعلمی کی بنا پر اس کو درست جگہ پر صرف نہ کر کے اپنے فریضے کی ادائیگی سے محروم نہ رہ جائیں۔

اسلام نے نماز کی طرح ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے، اور یہ فریضہ نہ صرف اسلام کے بنیادی پانچ ارکان سے ہے بلکہ ہمیشہ سے اللہ کے فرستادہ پیغمبروں کے ذریعے جاری وساری رہا ہے۔ اسلامی تقاضوں کے مطابق اس کی ادائیگی کے بہت فضائل اور اس کو نظر انداز کرنے والوں کے بارے میں بڑی سنگین وعیدیں زبانِ رسالتﷺ سے ادا ہوئی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ نے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف کلمۂ طیبہ کے اقرار کے باوجود کبار صحابہؓ کی معیت میں جنگ جیسا سنگین اقدام کیا۔ مسلمان رمضان المبارک میں زکوٰۃ اس لئے ادا کرتے ہیں کہ زکوٰۃ کے لئے ضرورت سے زائد مال پر ایک سال گذرنا ضروری ہے، چنانچہ آسانی اور حصولِ برکت کے لئے رمضان کے مہینے میں اس فریضے کا پورا کیا جانا مسلم معاشروں کی روایت بن چکا ہے۔ رمضان المبارک میں ثواب کا کئی گنا بڑھ جانا بھی اس مہینے میں ادائیگی زکوٰۃ کا ایک سبب ٹھہرتا ہے۔

اگر زکوٰۃ کے نصاب اور احکام پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے معاشرے کے نصف سے زائد لوگ زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل ہیں، لیکن دینی احکامات سے لاعلمی، مادیت پرستی اور بے عملی کے باعث ۵ فیصد سے بھی کم لوگ بہ مشکل زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ان میں بھی اسلامی احکامات کی مکمل پاسداری کرنے اور پوری طرح زکوٰۃ ادا کرنے والوں کی تعداد بلا مبالغہ ایک فیصد سے بھی کم ہے۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں اس حوالے سے بعض حیلوں اور شبہات کا تذکرہ بھی کیا جا رہا ہے جن کا متدین مسلمان بھی شکار ہو جاتے ہیں۔
اگر کسی مسلم معاشرے میں زکوٰۃ کو صحیح طور سے ادا کیا جائے تو اس معاشرے سے غربت اور محتاجی کا یقینی خاتمہ ہو سکتا ہے، جیسا کہ ماضی میں اس کا تجربہ کئی بار ہو چکا ہے۔ فریضہ زکوٰۃ کی اس قدر اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف کو قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ زکوٰۃ محض ایک صدقہ نہیں ہے جس کو ہر خیر کے کام پر صرف کیا جا سکے بلکہ اس کے مصارف میں متعینہ افراد اور محدود مدات ہی شامل ہیں۔ اگر ان مصارف کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو فریضۂ زکوٰۃ سے عہدہ برآ نہیں ہوا جا سکتا۔ ان مصارف کی تفصیل فقہ کی کتب میں بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہے، سر دست جو سوال پاکستانی معاشرے میں درپیش ہے، اس حوالے سے ایک مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔
وطنِ عزیز میں زکوٰۃ کے حوالے سے اس نئے رجحان کا آغاز عمران خان کے شوکت خانم ہسپتالوں سے ہوا اور انہوں نے ملٹی نیشنل کمپنیوں کے تعاون سے صدقات وزکوٰۃ وصول کرنے کے کام کو پیشہ وارانہ بنیادوں پر ترقی دی۔ عمران خان کا قومی کردار تو قابل قدر ہے، البتہ ذاتی طور پر سیتا وائٹ سکینڈل اور ایک یہودی خاندان کی لڑکی سے ان کی شادی اور پھر جدائی نے ان کے اپنے کردار اور شخصی ترجیحات پر بہت سے سوالیہ نشان چھوڑے ہیں۔
اس کے بعد، اُن کی دیکھا دیکھی ایک بدنام گلوکار ابرار الحق نے 'سہارا ٹرسٹ' کے نام سے نارووال میں ایک ہسپتال قائم کر کے زکوٰۃ جمع کرنے کا کام شروع کیا۔ اُن کے گانے لچر پن اور بیہودگی میں اپنی مثال آپ ہیں جو اسی خاصیت کی بناء پر نہ صرف کئی گلی محلوں میں جھگڑوں کا باعث بن چکے ہیں بلکہ عدالتوں نے بھی اُنہیں عورت کی توہین پر مبنی قرار دیا ہے۔ انہوں نے اسلام کے تصورِ صدقہ وزکوٰۃ کو مجروح کرنے سے بڑھ کر اُس سے سنگین مذاق کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً ان کا نعرہ ہے کہ ''قربانی اللہ کے لئے، تفریح آپ کے لئے۔'' کھال کی رسید دکھا کر ابرار الحق کا شو مفت دیکھیں۔ یہ آفر اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے کے مترادف ہے!
اسی طرح فلمی اداکارہ اور رقاصہ میرا کی 'شفقت' نامی این جی او ہے، جن کا کہنا ہے کہ ''پاکستان میں ڈانس کلب ہونا ضروری ہیں، کیونکہ لوگ ڈیپریشن کا شکار ہیں اور ان کے لئے تفریح بہت ضروری ہے۔''
گلوکار اور ڈانسر جواد احمد کی تنظیم ''ایجوکیشن فار آل'' اور شہزاد رائے کی 'شیلٹر' نامی این جی او ہے۔ یہ لوگ بدنام پاپ سنگر ہیں جو گاتے ہوئے پورے ہال میں موجود لڑکے اور لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے کر ناچنے اور گانے پر مجبور کرتے ہیں۔
اِنہی لوگوں کی دیکھا دیکھی بے شمار شہری ہسپتال بھی اس میدان میں کود پڑے ہیں۔ بعض تعلیم کے نام پر مثلاً 'ریڈ فاؤنڈیشن' بعض ٹی وی

میزبان مثلاً عامر لیاقت حسین کی طرح اپنی والدہ محمود سلطانہ فاؤنڈیشن کے نام پر رفاہی خدمات کے لئے ادارے بنائے بیٹھے ہیں اور اس کے لئے میڈیا کے تمام ذرائع بے دریغ استعمال کررہے ہیں۔ اسی نوعیت کے اداروں میں 'فاطمید' اور سندس فاؤنڈیشن' وغیرہ جیسے بیسیوں ادارے ہیں جو زکوٰۃ حاصل کرنے کی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ آیئے ان ہسپتالوں اور اداروں کے بارے میں اسلام سے رہنمائی لیتے ہیں کہ کیا ان پر زکوٰۃ کو صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

قرآنِ کریم میں سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۶۰ مصارفِ زکوٰۃ کے بارے میں ہے:

"انما الصدقت للفقراء والمسکین والعملین علیها والمولفة قلوبهم و فی الرقاب ولغرمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله ."

"بلاشبہ صدقات تو فقراء اور مساکین کے لئے ہیں، اور ان کے لئے جو زکوٰۃ جمع کرنے کے کام پر مامور ہو، جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو، نیز یہ یہ گردنوں کو چھڑانے اور مقروض کی مدد کرنے اور فی سبیل اللہ میں، اور مسافروں کے لئے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے عائد کیا ہوا فریضہ ہے۔" اس آیت میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں جن میں ۱ تا ۴ اور آٹھواں مصرف زکوٰۃ کے ایسے مصارف ہیں جن میں زکوٰۃ افراد کو دی جاتی ہے۔ یعنی فقیر، مسکین، زکوٰۃ جمع کرنے والے، جن کی تالیفِ قالب مقصود ہو اور مسافر .... ان متعین افراد کو قرآن کریم نے لِ کے ذریعے بیان کیا ہے جس کا لفظی ترجمہ اُن کے واسطے ہے۔ (فقہ الزکوٰۃ، مترجم: ۱۳۰/۲)

جبکہ ۵ تا ۷، تین مصارف وہ ہیں جو افراد کی بجائے مدات ہیں۔ ان کو قرآن نے ان لِ کی بجائے فِي سے ذکر کیا ہے۔ یعنی گردن آزاد کرنے میں چٹی پڑنے میں اور فی سبیل اللہ میں۔ یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ غلام کو نہیں دی جاتی بلکہ اس کے مالک کو ادا کی جاتی ہے، ایسے ہی مقروض کو مال ادا کرنے کے بجائے زکوٰۃ کا مال درحقیقت قرض دینے والے کو ملتا ہے۔ یہی صورتِ حال فی سبیل اللہ کے بارے میں بھی ہے۔ ان آٹھ مصارف میں شامل افراد یہ ہیں: (۱) فقیر سے مراد تو ایسا مسلمان ہے جس کے پاس اپنی حاجت وضرورت کا نصف بھی موجود نہ ہو........ (۲) اور جس کے پاس کچھ مال تو موجود ہو لیکن اس کی ضروری حاجت پوری نہ ہوتی ہو تو وہ مسکین ہے..........

(۳) تیسرا مصرف وہ افراد جو زکوٰۃ کو جمع کرنے والے ہیں یعنی وصول کرنے والا، حساب لکھنے اور حفاظت وغیرہ کرنے والا..........

(۴) تالیفِ قلب سے مراد کنبہ / قبیلہ کا ایسا بڑا شخص ہے جس کی بات سنی جاتی ہو، اس تعاون سے اس کے شروضرر میں کمی کا امکان ہو، یا اس صدقہ کے ذریعہ عملاً اس کے اسلام لانے کا قوی امکان ہو........ (۵) گردن آزاد کرنے سے مراد کسی غلام کو آزادی دلانے میں مالی ادائیگی سے مدد کرنا، یا مسلمان قیدیوں کو کفار سے آزاد کرانا وغیرہ...... (۶) غارم سے مراد ایسا مقروض شخص ہے جس نے اجتماعی یا ذاتی مفاد کے لئے قرضہ لیا لیکن تنگ دستی کی بنا پر وہ اسے ادا کرنے پر قادر نہیں رہا۔ آخری دو مصارف (۷) فی سبیل اللہ اور (۸) مسافر ہیں۔

قرآن کریم نے صدقات کی تقسیم کی جو ترتیب بیان کی ہے، ان کی تقسیم میں بھی یہی ترتیب پیش نظر رکھنی چاہیے یعنی پہلے فقرا، پھر مساکین، پھر اس پر کام کرنے والے وغیرہ، آخر تک جو بات یہاں خصوصیت سے قابلِ توجہ ہے یہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کو صرف انہی مصارف

پر خرچ کیا جاسکتا ہے، جن کا تذکرہ قرآن کریم میں آیا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں مصارفِ زکوٰۃ کی آیت کے شروع میں موجود لفظ انما سے جو کلمۂ حصر ہے .... یہی معلوم ہوتا ہے۔ دورِ نبویؐ کا ایک واقعہ اس سلسلے میں واضح دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس زیاد بن حارث صدائی نامی ایک صحابی نے آکر زکوٰۃ میں سے کچھ دینے کا مطالبہ کیا تو آپؐ نے فرمایا:

"ان اللہ لم یرض بحکم نبی ولا غیرہ فی الصدقات حتی حکم ہو فیھا فجزأھا ثمانیة أجزا فان کنت من تلک الاجزا اعطیتک" (سنن ابو داود: ۱۶۳۰)

"اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف کو کسی نبی وغیرہ کے رجحان (حکم) پر نہیں چھوڑا بلکہ اس کی تفصیل بذاتِ خود نازل فرمائی۔ چنانچہ اس کو ۸ مصارف میں بانٹ دیا۔ اگر تو ان ۸ مصارف میں سے کسی ایک میں ہے تو پھر میں تجھے بھی دے دیتا ہوں۔ (ورنہ نہیں)"۔

اس فرمانِ نبویؐ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف کے سلسلے میں کوئی اُمتی تو کجا، سید المرسلین ﷺ بھی تصرف کرنے کے مجاز نہیں، چنانچہ زکوٰۃ صرف انہی مصارف میں خرچ کی جاسکتی ہے جن کا تذکرہ اس آیت میں بیان ہوا ہے، اس کے ماسوا نہیں۔ اگر کوئی شخص لاعلمی میں کسی ایسے شخص کو زکوٰۃ دے دے جو اس کا حقیقی مصرف نہیں ہے۔ تو متعدد علما کرام کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسے شخص کو چاہیے کہ نفع سمیت وہ مال زکوٰۃ اس شخص سے واپس لے کیونکہ ایسی صورت میں اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اور اسے دوبارہ ادا کرنا ہوگی، البتہ فقیر شخص کے سلسلے میں غلطی کھانے پر دوبارہ ادا نہ کرنے کی گنجائش ہے۔ (السیل الجرار: ۱/۸۱۲)

آیئے! مذکورہ بالا بنیادی تصور کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے پیش نظر مسئلہ کا جائزہ لیں۔

اسلام کی رو سے مذکورہ بالا ادارے اور اس نوعیت کی دیگر این جی اوز زکوٰۃ حاصل کرنے کی مجاز نہیں ہیں جس کی وجوہات اور شرعی ممانعت حسبِ ذیل ہیں:

غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں!

(۱) اسلام کی رو سے زکوٰۃ صرف مسلمان پر ہی صرف کی جاسکتی ہے، غیر مسلم کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ جیسا کہ مشہور ارشادِ نبویؐ ہے، جو آپؐ نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا:

"ان اللہ افترض علیھم صدقة فی اموالھم تؤخذ من أغنیا ئھم وترد علی فقرا ئھم" (صحیح بخار: ۱۳۰۸)

"اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے مالوں میں صدقہ (زکوٰۃ) فرض کیا ہے جو ان کے اُمرا سے لے کر اُن کے فقرا پر صرف کیا جائے گا"

چنانچہ ایسا غیر مسلم جس کے مال زکوٰۃ سے تالیفِ قلب کر کے اس کے اسلام لے آنے کی قوی اُمید نہ ہو تو ایسے کافر کو زکوٰۃ کا مال نہیں دیا جاسکتا۔ اس سلسلے میں ہر کافر اور اس کافر میں فرق کرنا ضروری ہے جس کے مسلمان ہونے کی توقع ہو۔ (المغنی: ۲/۴۲۷، حاشیہ دسوقی: ۱/۴۹۵) علامہ ابن منذرؒ نے اس بات پر مسلم علماء کا اجماع ذکر کیا ہے کہ "أجمعوا علی ان الذمیی لا یعطیٰ من الزکوة .....ولا یُعطی الکافر والمملوک ولا نعلم فیه خلافاً (المغنیی: ۲/۵۱۷)

''اس امر پر مسلمانوں کا اجماع واتفاق ہے کہ ذمی (ایسا غیر مسلم جو مسلمانوں کے علاقہ میں رہتا ہو) کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی...... کافر چاہے غلام ہو یا آزاد، اس کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ اس مسئلہ میں جملہ مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

معلوم ہوا کہ کافر پر زکوٰۃ کا مال صرف کرنا درست نہیں۔ جبکہ ہمارے پیش نظر سرکاری و پرائیویٹ ہسپتالوں اور دیگر رفاہی این جی اوز میں اس حوالے سے کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا کہ وہاں مالِ زکوٰۃ سے غیر مسلم فائدہ اُٹھا رہا ہے یا صرف مسلمان۔ البتہ زکوٰۃ کے برعکس نفلی صدقات بعض صورتوں میں غیر مسلم کو بھی دیے جاسکتے ہیں۔

''مریض شخص'' زکوٰۃ کے مصارف میں شامل نہیں!

(۲) اوپر قرآن کریم سے مصارفِ زکوٰۃ کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس کا مطالعہ توجہ سے کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان مصارف میں مریض شخص شامل نہیں۔ ہمارے ہاں عام طور پر مریض کو بھی زکوٰۃ کا مستحق سمجھا جاتا ہے، جبکہ مرض کی بنا پر زکوٰۃ کا کوئی استحقاق نہیں۔ چنانچہ ایسا مریض شخص جو صاحبِ استطاعت ہو، اس پر زکوٰۃ کو صرف کرنا جائز نہیں اور اس امر پر تمام علماء میں اتفاق ہے۔ (کویتی فقہی انسائیکلو پیڈیا: ۳۱۳/۲۳) جس کی بنیاد نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے: **"لا حظ فيها لغني ولا لقوى مكتسب"** (سنن ابو داود: ۱۳۹۱ صحیح)

''زکوٰۃ میں مال دار شخص کا کوئی حق نہیں، نہ ہی کسی قوی، کمانے کی صلاحیت والے کے لئے۔'' مذکورہ بالا ہسپتالوں میں زکوٰۃ کو غریب لوگوں کے علاج تک محدود رکھنے کی بجائے اس سے کئے جانے والے مفت یا بار عایت علاج سے زیادہ تر وہی لوگ فائدہ اُٹھانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں جو خود بااثر یا قوی روابط کے حامل ہوں۔ چونکہ یہاں زکوٰۃ امیر وغریب کے امتیاز کے بغیر ہر مریض پر صرف کی جاتی ہے، اس بنا پر بھی ان اداروں میں زکوٰۃ جمع کرانا درست نہیں ہے۔

زکوٰۃ سے ہسپتالوں کی عمارت یا مشینری نہیں خریدی جاسکتی!

(۳) زکوٰۃ کا اوّلین مستحق فقیر یا مسکین شخص ہے کیونکہ یہ بنیادی طور پر مالی عدم توازن اور غربت کا ایک مؤثر علاج ہے۔ ایسے ہسپتال جو صرف فقرا کے علاج ومعالجے کے لئے ہی مخصوص ہوں یا ان میں زکوٰۃ کو صرف فقراء ومساکین کے لئے مخصوص رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہو، وہاں بھی زکوٰۃ کو ادا کرنے میں بعض احتیاطوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ زکوٰۃ کا مصرف کسی غریب کا براہ راست مفاد ہی ہونا چاہیے، بالواسطہ مفادات سے بچنا چاہئے جیسا کہ آغاز میں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ ۸ میں پانچ مصارف اَفراد کے لئے مخصوص ہیں اور غریب ومسکین شخص ان میں سرفہرست ہے۔ چنانچہ بعض ہسپتالوں میں زکوٰۃ کی رقم سے مہنگی مشینری خریدی جاتی یا اسے عملے کی تنخواہیں، تعمیر اور دیگر مدات میں صرف کیا جاتا ہے تو یہ بھی زکوٰۃ کے مصارف میں شامل نہیں ہے۔ بلکہ اس مشینری یا عمارت اور انتظام وانصرام سے امیر وغریب یکساں طور پر، اور اکثر اوقات اُمرا ترجیحی طور پر فائدہ اُٹھاتے ہیں، اس لئے ہسپتالوں اور این جی اوز کو زکوٰۃ دیتے ہوئے شریعت کے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

زکوٰۃ کے سلسلے میں حنفی فقہا نے تملیک یعنی 'فقیر یا مسکین وغیرہ کو بلاعوض مال کا مالک بنا دینے کو بنیادی شرط قرار دیا ہے۔ یہ شرط احناف کے ہاں بنیادی حیثیت رکھتی ہے جس کی بنا پر مالِ زکوٰۃ کو ہسپتالوں اور مشینری میں لگانے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی، ردمختار میں ہے:
''حنفی فقہا کا اتفاق ہے کہ زکوٰۃ کو شخصی ملکیت بنانا ضروری ہے اور زکوٰۃ کو کسی بھی ایسے کام میں صرف کرنا درست نہیں ہے جس میں تملیک نہ ہو'' (ج۲/ص۸۵)

زکوٰۃ کی رقم مارکیٹنگ اور تعیشات ونمائش پر صرف نہیں کی جاسکتی:

(۴) چند سالوں سے جن ہسپتالوں نے زکوٰۃ جمع کرنے کے کام کو پیشہ وارانہ بنیادوں پر شروع کیا ہے، ان کے ہاں زیادہ سے زیادہ زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے بھاری اخراجات پر مشتمل مارکیٹنگ مہم شروع کی جاتی ہے۔ ان کی کامیابی کا سارا انحصار زیادہ سے زیادہ اور ہمہ جہتی ایڈورٹائزنگ پر ہوتا ہے۔ ایسے ہی ان اداروں کے 'زکوٰۃ وصدقات سیکشن' کے عملے کے بھاری اخراجات اور لاکھوں روپے کی تنخواہیں ہوتی ہیں۔ جبکہ اسلام میں نہ تو تنخواہوں کے نام پر مالِ زکوٰۃ پر اس تعیش کی کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی کسی مارکیٹنگ مہم کی کوئی ضرورت۔ مارکیٹنگ کے ان غیر معمولی اخراجات کو مالِ زکوٰۃ کی مد سے صرف کرنا شریعت کے منشا سے تجاوز ہے۔ انسانی صحت کے ان اداروں کا یہ لادین کلچر روحانی ومذہبی صدقات کے موزوں استعمال کے لئے نامناسب ہے۔

یہ جدید پرائیوٹ ہسپتال جس طرح اشتہاری مہم چلاتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں میڈیا کے ہر ذریعے کو استعمال کرتے ہیں۔ اس پر اُٹھنے والے اخراجات کا اندازہ کسی ایسے ادارے کے مارکیٹنگ بجٹ کو دیکھ کرک بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ مالِ زکوٰۃ کے ذریعے پرآسائش سہولیات اور لمبی تنخواہیں لینے کا بھی کوئی جواز نہیں بلکہ زکوٰۃ کا یہ مال نمود ونمائش اور اسراف وآسائش کی بجائے سادگی اور متانت سے شریعت کے متعین کردہ مصارف میں ہی خرچ ہونا چاہئے۔

ممکن ہے بعض لوگ اس روپے کو 'عاملین علیہا' کا مصداق قرار دے کر اس کا جواز پیدا کریں لیکن عامل کے بارے میں یہ فرمانِ نبویؐ یاد رہنا چاہیے جس کا مفہوم مختصراً یہ ہے کہ ''جس عامل نے بنیادی ضروریات سے بڑھ کر اُجرت حاصل کی، وہ خائن یا چور ہے۔''
(سنن ابوداؤد: ۲۹۵۵،صحیح ،مسند احمد: ۱۷۳۲۹،مزید تفصیل: 'زکوٰۃ کی کتاب': ص۲۰۳،۲۰۴)

جدید ہسپتالوں کا ذریعۂ آمدنی اسلام سے متصادم ہے:

(۵) اس وقت جس نوعیت کے ادارے زکوٰۃ جمع کرنے کی مہم میں زیادہ سرگرم ہیں، نہ تو ان کے ہاں یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ شریعت کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے زکوٰۃ کو شرعی مصالح کے پیش نظر ہی صرف کریں گے۔ جہاں تک ان کے ذمہ داران کا تعلق ہے تو وہ معاشرے میں متانت اور دینداری کی عام سطح سے بھی نیچے نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر ابرار الحق کے 'سہارا ٹرسٹ' کو زکوٰۃ ادا کرنا گویا اس کے برے کام میں مدد اور اس کو اخلاقی تائید فراہم کرنا ہے۔ عمران خان اور ابرار الحق کے ہسپتالوں کی ڈونیشن جمع کرنے کی مہم میں بدنام

فاحشہ اور رقاصہ عورتیں اور فلم انڈسٹری کے فاسق مرد شرکت کرکے لوگوں کو آمادہ کرتے ہیں۔ یہ ہسپتال چندہ جمع کرنے کے لئے ہالی وڈ اور انڈین اداکاروں کی سرپرستی حاصل کرتے ہیں۔ ان میوزیکل پروگراموں کا ایک نقشہ اور شرکت وسرپرستی کرنے والے افراد کا تعارف ان اداروں کی ویب سائٹس پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ دیکھئے!

www.saharaforlife.org; www.shaukatkhanum.org.pk

ایسے لوگ زکوٰۃ وصدقات کے تصور کو بگاڑ کر اس کو موج مستی کلچر سے خلط ملط کرکے شرعی تصورات کا استحصال کررہے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ ان کھلاڑیوں، اداکاروں اور گلوکاروں کے انسانی خدمت کے منصوبوں میں تعاون گویا ان کے برے پیشے میں تعاون کی ہی ایک صورت ہے۔ اور اس امر میں تو کوئی شبہ نہیں کہ ایسے اداروں سے تعاون میں کم ازکم فحاشی وبے حیائی اور اسلامی اقدار کو بے توقیر کرنے میں مدد ضرور ملتی ہے اور اگر ان کے منصوبے نیک بھی ہوں تو ان کے یہ ذرائع جو اُن کے تعارف کا وسیلہ بنے ہیں، ضرور ناجائز ہیں۔ چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسے اداروں سے صدقات وزکوٰۃ کے ذریعے تعاون کرنے کا مقصد اگر نیک بھی ہے تو ان کا ذریعہ ضرور ناجائز ہے جس سے وہ نیکی بھی متاثر ہوکر رہے گی۔

زکوٰۃ میں باعمل مسلمان کو فاسق وفاجر پر ترجیح دینا شریعت کا منشا ہے:

(٦) نبی کریم ﷺ کے مقدس فرامین کی بنیاد پر فروغ پانے والے ان صدقات کا فائدہ بھی انہی لوگوں کو ملنا چاہئے جو نبی کریم ﷺ کے دیگر فرامین پر بہتر طور پر عمل پیرا ہیں۔ صدقات وزکوٰۃ کا مال کسی فاسق مسلمان پر صرف کرنے کی بجائے کہیں بہتر ہے کہ اس کو ایسے دین دار مسلمانوں پر صرف کیا جائے جو اس کے شرعاً مستحق ہوں۔ بالخصوص اس وقت جب ایک باعمل مسلمان اور ایک فاسق مسلمان دونوں فقیر اور مسکین موجود ہوں تو الحب الله والبغض فی الله کا تقاضا یہ ہے کہ دین دار مسلمان کو مالی تعاون میں ترجیح دی جائے۔

مسائل زکوٰۃ پر مایہ ناز کتاب فقہ الزکوٰۃ کے مؤلف ڈاکٹر علامہ یوسف قرضاوی نے بھی یہی موقوف اختیار کیا ہے، لکھتے ہیں:

''جو شخص اپنے فسق وفجور کو ظاہر کرنے والا ہو، اباحیت پر قائم رہنے والا ہو، اسے اس وقت زکوٰۃ کا مال دینا جائز نہیں جب تک وہ سرکشی نہ چھوڑ دے اور توبہ کا اعلان نہ کرے'' (٧٠٩/٢)

علامہ ابن تیمیہؒ سے بدعتی اور بے نماز شخص کو زکوٰۃ دینے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ''ایسے مستحق فقیر، مسکین اور مقروض کو زکوٰۃ دینی چاہیے جو دین دار اور پابند، شرع ہو۔ بدعات اور فسق وفجور کو ظاہر کرنے والا تو سزا کا مستحق ہے، اس سے تعاون کرنے کی بجائے اس سے قطع تعلق کرنا اور اس کو توبہ کی طرف راغب کرنا چاہیے۔ اسی طرح بے نماز شخص سے نماز پڑھنے کا وعدہ لیا جائے، اگر وہ نماز کی پابندی کا وعدہ کرے تو اسے زکوۃ دی جائے، ورنہ نہیں، جب تک بے نماز شخص توبہ نہیں کرتا، اسے زکوٰۃ سے کچھ نہیں دیا جائے گا۔'' (فتاویٰ ابن تیمیہ: ٨٧/٢٥، الاختیارات الفقھیة: ص ٦١)

سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کونسل کے مطابق بھی جو ضرورت مند شخص نماز نہیں پڑھتا، اسے زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ (فتاویٰ اللجنة

الدائمة: ۱۰/۱/۳۱)

شیخ محمد بن صالح بن عثیمینؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ فاسق و نافرمان کے بالمقابل باعمل مسلمان کو زکوٰۃ دینا کہیں زیادہ افضل ہے۔

(مجموع فتاوی شیخ ابن عثیمین :۔۱۸/۴۳۳)

اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا ایک مستند فرمان بھی پیش کیا جاتا ہے:

"لا تصحب الا مؤمنا ولا یأکل طعامک الا تقیی"۔ (مسند احمد: ۳۸/۳)

"تجھے مؤمن کی صحبت ہی اختیار کرنا چاہیے اور تیرا کھانا (مال) کوئی متقی شخص ہی کھائے۔" مذکورہ بالا ہسپتالوں میں یہ سوال ہی خارج از بحث ہے کہ وہاں باعمل مسلمانوں کو کوئی ترجیح دی جائے۔ کیونکہ ان کو چلانے والے بھی الا ماشاءاللہ دینی احکام اور اقدار سے کافی دور ہیں

قرآن کریم تو مسلمانوں کو یہ کہتا ہے: "افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون" (السجدة: ۱۸)

"کیا ایمان دار شخص اور فاسق و فاجر دونوں ایک جیسے ہیں، یہ برابر نہیں ہو سکتے۔"

اس کے بالمقابل ماضی میں جن دینی اداروں کو زکوٰۃ دی جاتی رہی ہے، یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ عملاً شریعت پر عمل پیرا ہونے میں باقی معاشرے سے کافی ممتاز ہیں۔ کیونکہ یہی وہ دینی ادارے ہیں جہاں فلم وموسیقی سے احتراز کیا جاتا ہے، معاشرے میں اسلامی شعائر مثلاً داڑھی اور پردہ وغیرہ پر مبنی مدارس اور تنظیموں سے وابستہ لوگ ہی سب سے زیادہ کاربند ہیں۔ اور یہاں قرآن وسنت کو پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے جن کے بارے میں فرامین نبویؐ ہیں: "تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جو قرآن کو پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔" (صحیح بخاری: ۵۰۲۷)

"اللہ جس سے خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔" (صحیح بخاری: ۷۱)

"قرآن کے حامل میری اُمت کے سب سے بلند مرتبت افراد ہیں۔" (المعجم الکبیر: ۱۲۶۶۲)

سیکولر حکومتیں اپنے دینی فرائض سے غافل ہیں:

(۷) فی زمانہ دینی اداروں کو زکوٰۃ دینے کی ضرورت اس لئے بھی زیادہ ہے کیونکہ مسلم حکومتیں دینی تعلیم اور اپنے دینی فرائض سے نہ صرف غافل ہیں بلکہ اس اجتماعی فرض کو ادا کرنے والے دینی اداروں اور تنظیموں کو بہانے بہانے سے پریشان کر کے ڈرایا دھمکایا جاتا ہے۔ جسمانی صحت کے لئے نہ صرف سرکاری سطح پر کئی ایک ہسپتال کام کر رہے ہیں بلکہ پرائیویٹ طبی مراکز بھی .... جن میں بعض فلاحی مقاصد کے لئے ہیں .... ہر شہر میں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ دوسری طرف روحانی صحت کے منابع سے حکومت اور عوام آہستہ آہستہ لاتعلق ہوتے جا رہے ہیں۔ مزید برآں مصارفِ زکوٰۃ میں ایک توازن ہونا بھی ضروری ہے، ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ تمام زکوٰۃ ایک ہی مصرف میں صرف ہو کر دیگر مصارف بالکل تہی دامن رہ جائیں۔ موجودہ دور میں مسلم حکومتیں دراصل ریاست کے سیکولر تصور پر کاربند ہیں جس میں دین کے حوالے سے کسی بھی سرگرمی کو ریاستی ذمہ داری سے نکال کر فرد کا ذاتی مسئلہ قرار دے دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری نام نہاد مسلم حکومتیں بھی صحت اور تعلیم کو تو اپنی ذمہ داری سمجھتی ہیں اور اس میدان میں عوام الناس کو تشویق و ترغیب دیتی ہیں،

جبکہ دین کے کسی بھی کام مثلاً اشاعت وتبلیغ یا تعلیم دین کو ریاست اپنا فرض ہی تصور نہیں کرتی۔ ان الحاد پرور حالات میں مسلم عوام کو اپنی دینی ذمہ داری زیادہ توجہ اور یک سوئی سے ادا کرنی چاہیے۔

کیونکہ قرآن کریم کی رو سے فلاحی اور دینی سرگرمیوں کی حیثیت بھی برابر ہے بلکہ قرآن میں رفاہی کاموں کے بالمقابل دینی اُمور کو ایک نمایاں ترجیح دی گئی ہے:

''اجعلتم سقاية الحآجّ وعمارة المسجد الحرام كمن امن بالله واليوم الاخر وجاهد في سبيل الله لا يستوون عند الله''. (التوبه : ١٩)

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی دیکھ بھال کو اس شخص کے برابر سمجھ لیا ہے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لاتا ہو اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرتا ہو۔ اللہ کے ہاں یہ دونوں کام برابر نہیں ہو سکتے۔''

اس آیتِ کریمہ میں بیت اللہ اور حاجیوں سے متعلقہ فلاحی کاموں کا اللہ پر ایمان لانے اور اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے محنت کرنے والوں سے ایک تقابل پیش کیا گیا ہے اور اللہ نے ایسے فلاحی کام کو بھی خالص نیکی کے کام کے مساوی قرار نہیں دیا چہ جائیکہ عام رفاہی اور فلاحی کاموں کو خالص دینی کاموں پر ترجیح دی جائے۔ بلکہ زکوٰۃ کے صحیح حقدار وہ ادارے ہیں جو زکوٰۃ کا مال اس کے اصل مستحقین تک پہنچاتے ہیں یا وہ ادارے جو دینی تبلیغ وتعلیم کی ذمہ داری اُٹھائے ہوئے ہیں جس سے سیکولر حکومتیں بالکل تہی دامن ہیں۔

الغرض مصارفِ زکوٰۃ کے بارے میں اس کوتاہی کا ہمیں خود بھی اِدراک کرتے ہوئے اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی بتانا چاہئے کہ فی زمانہ گلوکاروں کے یہ ہسپتال اور رفاہی ادارے زکوٰۃ کا صحیح مصرف نہیں ہیں کیونکہ:

☆ ان میں غیر مسلم اور بے نماز وفاسق لوگوں پر مالِ زکوٰۃ صرف کیا جاتا ہے۔

☆ یہاں زکوٰۃ کو غریب کی بجائے امیر وغریب کے مشترکہ مصالح مثلاً عمارت ومشینری پر بلادریغ خرچ کیا جاتا ہے۔

☆ اس مالِ زکوٰۃ کو اشتہاری مہمات اور لمبے چوڑے انتظامی اخراجات پر لگایا جاتا ہے۔

☆ ان اداروں کا مقصد اگر غلط نہیں تو ان کا ذریعہ اور وسیلہ ضرور گناہ پر مبنی ہے، جس کے بداثرات سے ان کے اچھے کام بھی محفوظ نہیں رہ سکتے، بلکہ زکوٰۃ کے صحیح حق دار وہ ادارے ہیں جو زکوٰۃ کا مال اس کے اصل مستحقین تک پہنچاتے ہیں یا وہ ادارے جو دینی تعلیم وتبلیغ کی ذمہ داری اٹھائے ہوئے ہیں جس سے سیکولر حکومتیں بالکل تہی دامن ہیں۔

ملک بھر کے معتمد دینی مدارس کا فتویٰ:

مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر ملک کے معتمد دینی مدارس کے ادارے ہائے افتاء نے یہی فتویٰ دیا ہے کہ اس نوعیت کی این جی اوز کی سرگرمیاں زکوٰۃ کا صحیح مصرف نہیں ہیں، اس لئے ان پر زکوٰۃ کو صرف کرنا درست نہیں۔ چنانچہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی حمید اللہ جان لکھتے ہیں:

''بے دین لوگ جن کو مذہب سے حقیقی واسطہ نہیں اور بے دینی پھیلانا، بے حیائی کی اشاعت ہی ان کا پیشہ ہے، ان کی کسی قسم کی امداد جائز

نہیں ہے۔ انسانی ہمدردی اور ہسپتالوں کے نام پر آج کل جولوٹ کھسوٹ شروع کر کے زکوٰۃ کو جمع کیا جارہا ہے، جبکہ ان کے ہاں شرعی طریقہ سے صرف کرنے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا، یہ امر نہایت افسوسناک اور عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔''

بریلوی مکتبِ فکر مرکزی درسگاہ جامعہ نعیمیہ، لاہور کے مفتی ڈاکٹر سرفراز نعیمی لکھتے ہیں:

''پاکستان کے اندر فحاشی، عریانی، بے حیائی، غیر مہذب اخلاقی اقدار کو فروغ دینے والے اداروں نے زکوٰۃ وصدقات وخیرات کو اپنی آمدنی کا ذریعہ بنانا شروع کردیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی واضح ہدایت کی روشنی میں یہ امر کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ اہل ایمان ان اداروں پر اپنی زکوٰۃ وغیرہ ادا کر کے نہ صرف ضائع کررہے ہیں بلکہ برائیوں اور گمراہیوں کے پھیلانے میں ممد ومعاون بھی بن رہے ہیں اُمتِ مسلمہ کو ان جیسے اداروں کو زکوٰۃ کی مد میں کسی قسم کا تعاون کرنا جائز نہیں ہے، آئندہ اس سے مکمل پرہیز کیا جائے اور زکوٰۃ جیسی مقدس عبادت کو گناہ میں تبدیل نہ کیا جائے۔''

اسی سے ملتے جلتے مفہوم کے فتاویٰ جامعہ منظور الاسلامیہ لاہور، جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ قاسم العلوم ملتان، جامعہ محمدیہ اسلام آباد وغیرہ کے ہیں۔ جامعہ دار الحدیث رحمانیہ ملتان کے مفتی محمد ابراہیم خان بن مولانا شمس الحق کے فتویٰ کے الفاظ یہ ہیں:

''صدقاتِ واجبہ زکوٰۃ ہو یا صدقات نفلی، چرم ہائے قربانی وغیرہ غیر شرعی اداروں کو دینا ناجائز ہے۔ مذکورہ ادارے غیر شرعی زمرے میں آتے ہیں، لہٰذا مستحق اداروں کو چھوڑ کر ان غیر شرعی اداروں کو صدقات وغیرہ دینا بالکل ناجائز ہے۔''

(مکمل فتاویٰ کے لئے مجلّہ الدعوۃ: جنوری ۲۰۰۵ء)

زکوٰۃ اور تعلیمی ادارے:

جس طرح زکوٰۃ کے مصارف میں مریض شامل نہیں، اسی طرح تعلیم کا فروغ بھی گو کہ ایک مبارک کام ہے لیکن یہ بھی زکوٰۃ کے مصارف میں شامل نہیں ہے۔ اس بنا پر پاکستان میں ایسے تعلیمی ادارے جو محض تعلیم کے فروغ کے لئے سرگرم ہیں، ان پر زکوٰۃ نہیں لگتی۔ مثال کے طور پر گلوکار جواد احمد کی 'ایجوکیشن فار آل' نامی تنظیم، اداکارہ زیبا اور محمد علی 'علی زیب فاؤنڈیشن'، 'زیڈ فاؤنڈیشن'، 'تعمیر ملت فاؤنڈیشن' وغیرہ۔ یاد رہے کہ یہ تمام این جی اوز یوں بھی سیکولر اور لادین نظریات کی پرچارک ہیں، اور اُنہیں اسلامی احکام کے فروغ سے کوئی سروکار نہیں بلکہ یہاں شریعت اسلامیہ کے متعدد احکامات مثلاً مرد وزن کا اختلاط، موسیقی، اور حجاب وغیرہ کو پامال کیا جاتا ہے۔ پھر ان میں زکوٰۃ کا استعمال کرتے ہوئے وہی کوتاہیاں کی جاتی ہیں جن کا تذکرہ اوپر نکات وار کیا گیا ہے۔ اس بناء پر ان اداروں کو بھی زکوٰۃ دینے سے فرض کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ ان اداروں کے تشخص اور رجحانات کے لئے ان کی ویب سائٹس کا ایک سرسری مطالعہ ہی کافی ہے:

www.educatepakistan.com; www.read.org.pk; www.alizaibfoundation.org;

(۲) دینی اداروں کو زکوٰۃ دینا:

چونکہ دینی ادارے بنیادی طور پر دین کے فروغ کے لئے کام کرتے ہیں، اس لئے ان اداروں میں شریعت کے احکام کی پاسداری کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی جاتی ہے۔ پھر ان اداروں کے ذمہ داران شریعت کے احکامات سے واقف اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں، اس لئے یہاں زکوٰۃ کو شرعی مصارف میں ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں بعض دینی مدارس تو اس دعویٰ کے ساتھ ہی زکوٰۃ وصول کرتے ہیں کہ ان کے ہاں غریب، یتیم، نادار یا مسافر طلبہ پر زکوٰۃ صرف کی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ فقیر و مسکین اور مسافر لوگ زکوٰۃ کے مصارف میں ہی شامل ہیں۔ بعض دینی مدارس ان طلبہ کی طرف سے نیابتاً زکوٰۃ وصول کر کے ان کے مصارف پر خرچ کرنے کی ذمہ داری ادا کرنے کا موقف رکھتے ہیں۔ ان کا یہ بھی دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ اس زکوٰۃ کو اساتذہ کے مشاہروں، تعمیر اور دیگر انتظامی اخراجات پر استعمال نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ مدارس کی رسیدوں میں بھی عموماً صدقہ کی نوعیت کا تذکرہ کرنے کے بعد ہر نوعیت کے حسابات (اکاؤنٹ) جداگانہ ہوتے ہیں۔

لیکن ہمارے خیال میں دینی اداروں کو اس تکلف میں پڑنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ زکوٰۃ کے مصارف میں 'فی سبیل اللہ' کی مد ایسی ہے، جو غلبہ اسلامی کے لئے بروئے کار لائے جانے والے تمام پہلوؤں کو شامل ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ فی سبیل اللہ کسی فرد کے حق کی بجائے ایک مکمل مد کی حیثیت رکھتی ہے جس پر 'فی' کا لفظ واضح دلالت کر رہا ہے۔

''فی سبیل اللہ'' کا مفہوم ومدعا:

موضوع کے اس دوسرے پہلو کو مکمل کرنے کے لئے 'فی سبیل اللہ' کا مفہوم اور اس حوالے سے بعض اہم تصورات کو مختصراً جاننا ضروری ہے۔ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد فی سبیل اللہ' ہے۔ جیسا کہ اس کی وضاحت مختلف احادیث سے ہوتی ہے، فرمان نبویؐ ہے:

''الغدوة فی سبیل اللّٰه أوروحة خیر من الدنیا وما فیها .'' (صحیح بخاری : ۲۵۸۳)

''ایک رات اور دن کو اللہ کی راہ میں گزارنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔''

''لا یجتمع غبار فیی سبیل اللّٰه و دخان جهنم '' (سنن ترمذی : ۲۳۱۱ صحیح)

''فی سبیل اللہ پڑنے والا غبار اور جہنم کی آگ کسی مسلمان پر جمع نہیں ہوسکتیں۔''

''لا تحل الصدقة لغنی الا لخمسة: لِغاز فیی سبیل اللّٰه أو لعامل علیها أو لغارم أو لرجل اشتر اها بماله أو لرجل کان له جار مسکین فتصدق علی المسکین فأهد اها المسکین للغنیی '' (صحیح سنن ابو داود : ۱۶۳۵)

''زکوٰۃ مالدار شخص کے لئے حلال نہیں ہے ماسوائے پانچ افراد کے: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا، زکوٰۃ کو جمع کرنے والا، مقروض شخص، مال زکوٰۃ کو خرید کر استعمال کرنے والا یا ایسا شخص جس کا ہمسایہ مسکین آدمی ہو، اسے مال زکوٰۃ سے ملے تو وہ ہمسایہ اس مال زکوٰۃ

سے اپنے مال دار ہم سائے کو تحفہ دے دے، یعنی تحفہ کی شکل میں ملنے والا مال زکوٰۃ۔''

لغات الحدیث کے امام علامہ ابن اثیر جزریؒ فی سبیل اللہ کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''جب فی سبیل اللہ کا لفظ مطلق ذکر ہو تو اس کا اطلاق جہاد پر ہوتا ہے، حتیٰ کہ کثرت استعمال کی وجہ سے یہ لفظ گویا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مخصوص ہو چکا ہے۔'' (النہایہ:۳۳۸/۲)

چنانچہ حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، شافعیہؒ، حنابلہؒ، علامہ طبریؒ، علامہ قرطبیؒ، حافظ ابن کثیرؒ، حافظ ابن حزمؒ، ابن قدامہ، امام شوکانیؒ، ابوعبید قاسمؒ، علامہ قرضاوی، ڈاکٹر وہبہ زحیلی اور سعودی مجلس افتاء کے نزدیک اس سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے۔ (فقہ الزکوٰۃ:۶۴۱/۱، ۶۵۷، الفقہ الاسلامی وادلتہ:۸۷۴/۲، بدایہ:۳۲۵/۱، نیل الاوطار۱۳۱/۳) (چنانچہ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ اور ائمہ سلفؒ کی عظیم اکثریت کی رائے ہی ہے کہ مصارف زکوٰۃ سے متعلق آیت میں فی سبیل اللہ سے مراد وہ مجاہدین ہیں جو رضا کارانہ طور پر کفر کے خلاف لڑتے ہیں۔ سرکاری خزانے سے ان کو باقاعدہ تنخواہیں ملتی ہوں۔'' (تفہیم المسائل از مولانا گوہر رحمٰن:۱۱۵/۲) جن فوجیوں کو باقاعدہ تنخواہ ملتی ہو، ان کا زکوٰۃ میں کوئی حصہ نہیں، البتہ شافعیہ کا دوسرا قول یہ بھی ہے کہ بیت المال میں رقم نہ ہونے کے سبب اگر انہیں کچھ نہ مل رہا ہو تو اس صورت میں جائز ہے۔ (المغنی:۴۳۶/۶، حاشیہ ابن عابدین:۶۱/۲، فتح القدیر:۱۷/۲ الشرح الکبیر مع الدسوقی:۴۹۷/۱، المجموع:۲۱۲/۶، ۲۱۳، موسوعہ فقہیہ:۳۲۳/۲۳)

خلاصہ:

اس موضوع کی لمبی چوڑی تفصیلات کا خلاصہ یہی ہے جسے اوپر مختلف علما کے حوالے سے بیان کر دیا گیا ہے، مکمل تفصیلات کے لئے دیکھئے (فقہ الزکوٰۃ: ج۲، ص۱۲۵تا۱۶۶، ۱۵۶)

یہ امر واضح ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ سے مراد محض عملی جنگ (قتال) نہیں۔ اوّل تو اس سے مراد ایسی جنگ ہے جو اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے ہو یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر !!!!!

نے عورت کا مال زکوٰۃ ان ٹولیوں کو دینے سے انکار کر دیا جو الٰہی مقاصد کی بجائے لسانی وقومی عصبیت یا لوٹ مار کے لئے جنگ وجدل کیا کرتے تھے۔ (تفسیر قرطبی:۱۸۵/۸)

علاوہ ازیں جہاد کا لفظ جہاں قتال کی تیاریوں کو شامل ہے، وہاں یہ اصطلاح غلبہ دین کے لئے بروئے کار لائی جانے والی تمام سرگرمیوں کو بھی حاوی ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے:

"أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر" (سنن ابو داؤد : ۴۳۴۴)

''ظالم وجابر سلطان کے سامنے عدل وانصاف کا کلمہ کہنا بہترین جہاد ہے۔''

"جاهدوا المشركين بأموالكم وأنفسكم وألسنتكم" (سنن ابو داؤد : ۲۵۰۴)

''اپنے مال، جان اور زبان کے ساتھ مشرکوں سے جہاد کرو۔''

☆ آپ ﷺ نے اپنی اُمت کے بے عمل لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''فمن جاهد هم بيده فهو مؤمن ومن جاهد هم بلسانه فهو مؤمن ومن جاهد هم بقلبه فهو مؤمن وليس وراء ذلك من الا يمان حبة خردل''

''جو آدمی ان سے ہاتھ سے جہاد کرے، وہ مؤمن ہے، جو اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے اور جو دل سے ان کے ساتھ جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے۔ البتہ اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر ایمان نہیں ہے۔'' (صحیح مسلم: ۵۰)

ان احادیث میں جہاد فی سبیل اللہ کو زبان، ہاتھ، مال اور دل تمام اعضا سے منسوب و متعلق فعل قرار دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد غلبہ دین کے لئے ہر نوعیت کی ایسی کوشش کو شامل ہے جس میں دوطرفہ شرکت پائی جائے۔ جیسا کہ انسان کا نفس امارہ اس کو برائی کی طرف راغب کرتا ہے تو اس کو نظر انداز کر کے اللہ کے احکام کی پاسداری کرنا بھی جہاد ہے:

☆**سمعت رسول الله ﷺ المجاهد من جاهد نفسه** (سنن ترمذی: ۱۶۲۱)

''میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔''

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم فرمایا ہے:

''فلا تطع الكفرين وجا هدهم به جهاداً كبيرا'' (الفرقان: ۵۲)

''کافروں کے پیچھے لگنے کی بجائے ان سے قرآن کے ساتھ عظیم جہاد کیجئے۔''

جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں 'ہ' کی ضمیر سے مراد قرآن مجید ہے۔ اور یہ مکی سورۃ کی ایک آیت ہے جبکہ قتال کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

الجهاد المكيي بالعلم والبيان والجها المد نيي مع المكيي باليد والحديد قال الله تعالىٰ (فلا تطع الكافرين وجاهد هم به جهادا كبيرا) وسورة الفرقان مكيةوانما جاهد هم باللسان والبيان (مجموع الفتاوىٰ: ۳۸/۲۸)

''مکی جہاد علم اور بیان کے ساتھ تھا جبکہ مدنی جہاد کے ساتھ ساتھ ہاتھ اور تلوار کا جہاد بھی تھا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: اور آپ ﷺ کافروں کی بات نہ مانیں اور ان کے ساتھ اس کے ذریعے بڑا جہاد کریں اور سورۂ فرقان مکی ہے اور آپؐ نے مکہ میں مشرکین کے ساتھ زبان اور بیان کا جہاد کیا۔''

نبی ﷺ نے اپنے ایک فرمان میں طلبِ علم کو دوٹوک الفاظ میں فی سبیل اللہ قرار دیا ہے:

''من خرج في طلب العلم كان في سبيل الله حتى يرجع'' (سنن ترمذی: ۲۶۴۷)

''جو شخص طلب علم کے لئے نکلتا ہے، وہ جہاد فی سبیل اللہ میں ہی ہے جب تک وہ لوٹ آئے۔''

فی سبیل اللہ کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دے کر اسے زکوٰۃ کی ایک مد قرار دینے کا موقف مختلف علما نے اختیار کیا ہے چنانچہ امام طبریؒ اپنی تفسیر میں "فی سبیل اللہ" کے تحت لکھتے ہیں کہ "اس سے مراد اللہ کے دین کی تائید، اسلامی شریعت کی تاسیس پر صرف کرنا فی سبیل اللہ خرچ کرنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دشمنان اسلام سے جہاد اور قتال اور کفار سے جنگ اسی جدوجہد کا ایک حصہ ہے۔ کیونکہ کبھی اللہ کے دین کی تائید ونصرت کے لئے قتال اور جنگ کی ضرورت بھی پیش آجاتی ہے۔ بلکہ بعض حالات میں یہی ایک ناگریز طریقہ رہ جاتا ہے جس سے نصرت دین ہوسکتی ہے۔ لیکن ایسے بھی ادوار آتے ہیں کہ جن میں نظریاتی جدوجہد، جنگی اور مادی جدوجہد سے کہیں زیادہ مؤثر، گہری اور عمیق ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے دور میں ہے۔"

رابطہ عالم اسلامی کے زیر نگرانی مجمع الفقہ الاسلامی نے اپنے اجلاس میں جو شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کے زیر نگرانی ۲۸/ ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ /۱۹۸۵ء کو منعقد ہوا، مصارف زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کی تعریف کرتے ہوئے یہ قرار دیا کہ:

(۱) فی سبیل اللہ کے مفہوم میں وسعت ہے، جس پر سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۶۲ اور سنن ابوداؤد کی حدیث (اُم معقل اسدیہ کو نبی کریم نے اس اونٹ پر حج کرنے کا حکم دیا جسے ان کے شوہر نے (زکوٰۃ میں ادا کرتے ہوئے) فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا، اور فرمایا کہ حج بھی فی سبیل اللہ ہی ہے۔ مختصراً (سنن ابوداود: ۱۹۸۹) علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، (صحیح سنن ابوداود: ۱۷۵۲) جبکہ امام شوکانیؒ نے اس حدیث کو اضطراب اور سند میں متکلم فیہ راوی کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے۔ (نیل الاوطار: ۱۸۱/۴) وغیرہ دلالت کرتی ہیں۔ (۲) مسلح جہاد سے اللہ کا کلمہ بلند کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہی مقصد دعوت الی اللہ اور اشاعتِ دین کے کاموں سے بھی پورا ہوتا ہے، چنانچہ یہ دونوں باتیں فی سبیل اللہ کے مصداق میں شامل ہیں جیسا کہ جہاد کے مفہوم میں وسعت پر کئی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ (۳) حکومتیں اپنے تحفظ کے لئے بھاری بجٹ منظور کرتی ہیں لیکن دعوتی جہاد کے لئے اکثر ممالک کے بجٹ میں کوئی رقم تجویز نہیں کی جاتی، ان وجوہات کی بناء پر یہ اجلاس کثرتِ رائے سے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ دعوت الی اللہ، اس کو تقویت دینے اور اس میں معاون بننے والے جملہ کام آیت میں مذکور فی سبیل اللہ کے معنی میں شامل ہیں۔" مختصراً (کتاب 'مصرفِ زکوٰۃ فی سبیل اللہ': ص ۲۰۳ تا ۲۰۶)

علامہ یوسف القرضاوی اس موقف کے متعدد دلائل دینے کے بعد لکھتے ہیں:

"یہ تمام قرائن اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ آیتِ مصارف میں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہی ہے جیسا کہ جمہور کی رائے ہے۔ ان دلائل کے پیش نظر میں اس رائے کو ترجیح دیتا ہوں کہ فی سبیل اللہ کا لفظ نہ تو تمام مصالح اور نیک کاموں کو شامل ہے، کیونکہ اس میں اس قدر وسعت نہیں ہے اور نہ ہی اس میں اس قدر زیادہ تنگی ہے کہ یہ صرف جنگی جہاد (قتال) کے مفہوم میں محصور سمجھا جائے۔ جہاد تو قلم سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی، فکری بھی ہوتا ہے اور تربیتی بھی، اجتماعی بھی اور اقتصادی بھی، سیاسی اور عسکری بھی۔ اور جہاد کی ان جملہ اقسام کے لئے مال اور امداد کی ضرورت ہے۔ البتہ اس میں ایک اساسی شرط کا پایا جانا ضروری ہے کہ جہاد کہ ہر نوع میں تائید اور اعلائے کلمۃ اللہ مقصود ہو۔ اس طرح کی ہر جدوجہد، جہاد فی سبیل اللہ ہے خواہ اس کی کوئی بھی قسم ہو اور خواہ اس میں ہتھیار استعمال کئے جائیں یا نہ کئے جائیں۔

آج ہم اس دور میں، دینی اداروں میں ایک اور نوعیت کے غازی تیار کرتے ہیں اور ایک اور قسم کے خفاظتی دستے ترتیب دیتے ہیں تاکہ وہ اسلامی تعلیمات کو علمی اور فکری انداز میں پیش کر کے نظریاتی فتوحات حاصل کر سکیں اور اسلام پر کئے جانے والے حملوں کی بہترین مدافعت کر سکیں۔'' (فقہ الزکوٰۃ مترجم: ج۲/ ۱۵۳،۱۵۴)

برصغیر کے ممتاز علما مثلاً سید سلیمان ندوی، مولانا ابوالکلام آزاد، سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا محمد منظور نعمانی، اور مولانا امین احسن اصلاحی رحمہم اللہ نے بھی 'فی سبیل اللہ' کا یہی مفہوم اختیار کیا ہے۔ (بحوالہ ماہنامہ حکمتِ قرآن: شمارہ جولائی ۲۰۰۴ء، ص ۵۶)

کیا فی سبیل اللہ میں تمام کارِ خیر شامل ہیں؟

فی سبیل اللہ زکوٰۃ کی ایک اہم مد ہے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مد ہمہ نوعیت کے کارِ خیر، رفاہی اور فلاحی کاموں تک وسیع ہے لیکن یہ موقف درست نہیں کیونکہ قرآنِ کریم اور احادیث سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ قرآن میں مصارفِ زکوٰۃ سے قبل کلمہ حصر انما کا یہی تقاضا ہے اور احادیث میں نبی کریم ﷺ کا بعض لوگوں کو زکوٰۃ سے روکنے کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا۔ پھر زکوٰۃ کو آٹھ مصارف میں محدود کرنا بے مقصد ٹھہرتا ہے، کیونکہ اس طرح یہ مد اس قدر وسیع ہو جاتی ہے کہ ہر قسم کے کارِ خیر اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف علماء نے اس موقف کو ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ ناصر الدین البانیؒ لکھتے ہیں:

''آیتِ مصارف کی یہ تفسیر کہ اس سے جملہ اعمالِ خیر مراد ہوں، سلف میں سے کسی سے بھی منقول نہیں ہے۔ اگر معاملہ اس طرح ہوتا تو پھر آیت کریمہ میں زکوٰۃ کو صرف آٹھ مصارف میں محدود کرنے کی کیا ضرورت تھی۔'' (تمام المنة: ۳۸۲)

امام ابوعبید قاسمؒ بن سلام اپنی کتاب 'الاموال' میں لکھتے ہیں:

''میت کا قرض ادا کرنے، کفن کا خرچ مہیا کرنے، مساجد کی تعمیر، نہروں کی کھدائی اور ان کے مشابہ نیکی کے کاموں میں زکوٰۃ کا مال صرف کرنا، امام سفیان اور اہل عراق و دیگر علما کا اس پر اتفاق ہے کہ کفایت نہیں کرتا کیونکہ یہ اُمور آٹھ مصارف میں شامل نہیں ہیں''۔ (فقرہ: ۱۹۷۹)

علامہ قرضاوی نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے کہ زکوٰۃ کو مفادِ عامہ اور رفاہی سرگرمیوں کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا جس کے بعد انہوں نے موضوع پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے دلائل کا موازنہ پیش کر کے اسی رائے کو ترجیح دی ہے کہ فی سبیل اللہ کی مد میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ کام اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے ہو۔ مزید تفصیل کے لئے فقہ الزکوٰۃ: ۱۳۵ تا ۱۵۶)

ایمبولینس خریدنا'' یا'' اسے میت کی تجہیز و تکفین پر خرچ کرنا جیسا کہ ایدھی فاؤنڈیشن والے کرتے ہیں، ان پر بھی زکوٰۃ کا مال لگانا شرعاً درست نہیں ہے۔ مولانا گوہر رحمٰن لکھتے ہیں: ''اگر ایمبولینس سے صرف غریب مریض ہی استفادہ کرتے ہوں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، چونکہ مریض کے سلسلے میں امیر و غریب کی احتیاط کے بغیر ایمبولینس کو استعمال کر لیا جاتا ہے۔

اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے عام صدقہ جاریہ سے اعانت کی جائے۔

لاوارث لاش کو لے جانا اور اس کی تجہیز وتکفین کرنا بہت اچھا رفاہی کام تو ہے، لیکن یہ زکوٰۃ کے ۸ مصارف میں شامل نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے شاذ ونادر اقوال کا سہارا لے کر اور آزادانہ اجتہاد کے ذریعے نیکی اور بھلائی کے ہر کام کو فی سبیل اللہ کی مد میں شامل کیا ہے، مگر چاروں ائمہ اور اہل ظاہر واہل تشیع سب کا دلائل کی روشنی میں متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اس مد سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے، ہر قسم کے رفاہی کام نہیں۔'' (تفہیم المسائل:۳۵۶/۲)

مذکورہ بالا دلائل اور علمائے کرام کے اقتباسات سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ فی سبیل اللہ کی مد میں نہ تو ہر خیر کا کام شامل ہے اور نہ ہی یہ صرف جنگی جہاد کے لئے مخصوص ہے، بلکہ اس مد میں جہاد کی تمام صورتیں شامل ہیں، جن کی مزید صراحت علامہ قرضاوی نے اس اساسی شرط کے ساتھ کر دی ہے کہ ان میں اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی کوئی صورت پائی جاتی ہو۔

اس بناء پر مدارسِ دینیہ اور اسلامی تحریکیں تو فی سبیل اللہ کی مد کی وجہ سے مالِ زکوٰۃ کی مستحق ٹھہرتی ہیں۔ اور ان کے اس استحقاق کی بناء پر اس پیچیدگی کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ مدارس میں یہ زکوٰۃ صرف غریب اور فقیر طلبہ پر ہی صرف کی جائے بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انہی مدارس میں صاحبِ نصاب شخصیات کے کئی بچے بھی مفت تعلیم حاصل کرتے اور بعض اوقات وہاں قیام وطعام کی سہولتوں سے بھی مفت فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اگر وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہیں۔ تو پھر اس مال زکوٰۃ کا استعمال ان کے لئے حرام ٹھہراتا ہے۔

اگر بعض متمول لوگ مالِ زکوٰۃ کے سلسلے میں یہ احتیاط کرتے ہیں کہ وہ وہاں سے کسی قسم کا فائدہ نہ اُٹھائیں، یا اس مال کو مدارس کی تعمیر میں نہ لگایا جائے تو یہ ان کی تقویٰ پر مبنی ذاتی احتیاط ہے۔ (بہر حال فی سبیل اللہ کو عام مراد لینے کی بجائے بہتر یہی ہے کہ اس سے جہاد فی سبیل اللہ کو مراد لیا جائے جیسا کہ جہاد مراد ہونے پر اتفاق ہے۔ مدرسین کی تنخواہیں، مناظرین اور مبلغین کا کرایہ وغیرہ وغیرہ زکوٰۃ سے ادا ہو سکتے ہیں۔ البتہ غنی طلبہ کو اس سے اس بناء پر احتراز کرنا چاہئے کیونکہ تعلیم وتعلم یہ جہاد کی ایک مجازی قسم ہے، غنی کو اس سے احتراز کرنا بہتر ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث:۴۹۴/۲ تا ۴۹۶، ۵۰۴))

مصرع :۔ ہے وگرنہ جہاد فی سبیل اللہ...... جو ایک مد ہے، محض کسی فرد کا مفاد نہیں...... میں شامل ہونے کی بناء پر اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

ایسے ہی اگر فی سبیل اللہ کا یہی مفہوم ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کی تمام مساعی کو حاوی ہے تو مدارس کے اساتذہ کے مشاہرے بھی اس سے ادا کئے جا سکتے ہیں، البتہ مساجد کا مسئلہ بعض وجوہ کی بناء پر مال زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے فی سبیل اللہ کے مفہوم میں وسعت ونظر ثانی کی ضرورت دیگر ممتاز حنفی علما بھی محسوس کرتے رہے ہیں، چنانچہ مفتی کفایت اللہؒ نے مدرسہ کے اساتذہ کی تنخواہوں کے سلسلے میں ایک فتویٰ دیتے ہوئے لکھا ہے:

''چونکہ حنفیہ کے نزدیک زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیکِ بلاعوض ضروری ہے اور اس اصل سے عاملین کے سوا کوئی مستثنیٰ نہیں ہے، اس لئے حنفی اُصول کے مطابق مدرسین کی تنخواہ زکوٰۃ سے نہیں دی جا سکتی۔ البتہ دیگر ائمہؒ کے مسلک کے موافق جو تملیک کو ضروری نہیں سمجھتے

اور وہ اُمورِ خیر میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کرنے کی اجازت دیتے ہیں، اس کی گنجائش ہے کہ مدرسین کی تنخواہیں زکوٰۃ سے ادا کردی جائیں۔اس میں شک نہیں کہ دینی تعلیم کی وجود و بقا اسلامی عربی مدارس پر ہی موقوف ہے،ان مدارس کی زندگی کا دارومدار آج کل زکوٰۃ پر ہی رہ گیا ہے۔معاملہ اہم ہے،مگر اس کا فیصلہ حنفیہ کے علمائے متدین وموقعہ شناس اجتماعی رائے سے ہی دے سکتے ہیں۔'' (کتاب مصرف زکوٰۃ فی سبیل اللہ؛ ص ۱۶۲)

مشہور حنفی عالم مولانا گوہر رحمٰن نے مدارس کے عام مصارف پر زکوٰۃ خرچ کرنے کے جواز پر یہ فتویٰ دیا ہے:

''حنفی مسلک کے مطابق تو زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک شرط ہے،اور زکوٰۃ لینے والے کا فقیر ہونا بھی شرط ہے،سوائے عاملین کے۔ اس لئے نادار طلبہ کے علاوہ مدرسے کے دوسرے اخراجات زکوٰۃ سے پورے نہیں کئے جاسکتے۔لیکن اس موقف کی مجھے حنفی مسلک میں کوئی قوی دلیل معلوم نہیں ہوسکی۔''

مصارف زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے،اور دینی تعلیم بھی جہاد کے مفہوم میں شامل ہے، بلکہ امام جصاص نے تو جہاد بالعلم کو جہاد بالسیف سے افضل قرار دیا ہے۔(أحکام القرآن از امام جصاص ۱۱۸/۳ اور زادالمعاد از حافظ ابن قیم : ۳۹/۲، ۴۰) اہل علم نے اسی بناء پر طباعتِ قرآن کے لئے زکوٰۃ کے استعمال کو جائز قرار نہیں کہ یہ زکوٰۃ کے مصارف میں شامل نہیں۔(فتاویٰ شیخ ابن باز: ۲۹۹/۱۴) چنانچہ تملیک کی شرط فقرا و مساکین کی مد میں تو تسلیم کی جاسکتی ہے،لیکن جہاد کی مد میں اس کے شرط ہونے کی کوئی قوی دلیل موجود نہیں۔میری ناقص رائے میں دینی مدارس اور دعوتی وتبلیغی تنظیموں کے تمام اخراجات زکوٰۃ سے پورے کئے جاسکتے ہیں۔'' (تفہیم المسائل:۱۰۷/۲)

آج اگر بعض ادارے تعلیم کے فروغ کے نام پر سرگرم ہیں تو محض ایک کارِ خیر ہونے کی بناء پر وہ مال زکوٰۃ کے مستحق نہیں بنتے، جب تک کہ ان کے پیش نظر تعلیم اس اساسی شرط کی حامل نہ ہو کہ وہ تعلیم اللہ کے دین کو بلند کرنے کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کی نوعیت سے ہو۔ دوسرے لفظوں میں قرآن وسنت کی تعلیم تو اس میں شامل ہے، ایسے ہی قرآن وسنت کے علما کو جدید علوم (سائنس وکمپیوٹر وغیرہ) سے مزین کرنا بھی اس میں شامل ہے، کیونکہ ان علوم کو سیکھنے کا مقصد اللہ کے دین کو بلند کرنے کی بہتر صلاحیت حاصل کرنا ہے۔البتہ اگر کسی تعلیم کا مقصد معاش کمانا یا اپنے اہل وعیال کا حلال روزی سے فرض ادا کرنا ہو تو یہ ایک کارِ خیر تو ہے لیکن جہاد فی سبیل اللہ نہیں۔اس بناء پر آغاز میں ذکر کردہ متعدد وجوہ کے علاوہ سیکولر تعلیم اور دیگر مقاصد کے لئے حاصل کئے جانے والے علم کو 'فی سبیل اللہ' شمار کر کے ان پر زکوٰۃ صرف نہیں کی جاسکتی۔واللہ اعلم

مولانا گوہر رحمٰن اپنے تفصیلی مقالہ کے خلاصہ پر لکھتے ہیں:

''مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ دینی مدارس اور دعوتی وتبلیغی تنظیموں اور اداروں کے تمام اخراجات زکوٰۃ فنڈ سے پورے کئے جاسکتے ہیں۔کتابیں خرید کر وقف کی جاسکتی ہیں، اساتذہ اور عملہ کی تنخواہیں دی جاسکتی ہیں، طلبہ کے وظائف اور خورد ونوش پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔دلیل کے اعتبار سے یہی بات قوی ہے کہ جہاد کے مفہوم میں دینی تعلیم اور دعوتی وتبلیغی کام شامل ہیں۔البتہ ہر قسم کے رفاہی امور

میں شامل نہیں، اس لئے کہ یہ نیکی کے کام تو ہیں، لیکن جہاد نہیں۔ اسی طرح دینوی تعلیم کے سکولوں اور کالجوں پر زکوٰۃ صرف نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ نیکی کے کام تو ہیں لیکن شرعی جہاد کے زمرے میں نہیں آتے۔'' (تفہیم المسائل: ۲/۱۲۹، ۱۳۵)

ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

''فی سبیل اللہ کی مد سے دینی کتابوں کی لائبریری بنانا بھی جائز ہے۔ لیکن یاد رکھئے کہ مطلق علم جہاد نہیں ہے بلکہ دین کا علم جہاد ہے۔ لہٰذا اس لائبریری میں خالص دینی کتب جو بدعات و شرکیات سے پاک ہوں، خرید کر وقف کر سکتے ہیں۔ حنفی مسلک میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک فقیر شرط ہے لیکن میرے فہم میں فی سبیل اللہ کی مد میں تملیک کو شرط قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' (ایضاً: ۴/۳۹۶)

علامہ یوسف قرضاوی دینی تعلیم کی اسی اہمیت کے پیش نظر لکھتے ہیں:

''اگر کسی مقام پر حالات کا نقشہ یہ ہو کہ تمام تعلیمی ادارے مشنریوں کے قبضے میں ہوں یا اشترا کی تسلط میں ہو یا سیکولر تعلیم کے ادارے بن چکے ہوں تو ایک دینی اصطلاحی درسگاہ کا قیام ایک عظیم جہاد ہوگا۔ اور اس درسگاہ سے نژادِ نو کو اسلامی فکری تعلیم سے آراستہ کر کے اُنہیں دشمنانِ اسلام کی فکری اور نظریاتی یلغار کے بالمقابل کھڑا کیا جائے گا۔ اور اُنہیں اس نہج پر تیار کیا جائے گا کہ وہ مختلف نظاموں، کتابوں اور لٹریچر میں پھیلے ہوئے زہر کا تریاق دریافت کریں اور اُمت مسلمہ کو اس زہر سے محفوظ رکھنے کی سعی کریں۔'' (فقہ الزکوٰۃ: ۲/۱۵۶)

مذکورہ بالا تفصیلی بحث سے یہ امر بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ زکوٰۃ کو اس کے طے شدہ مصارف پر ہی صرف ہونا چاہئے، اس کے بغیر دی جانے والی زکوٰۃ کو دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔ اسلام کے بنیادی فریضہ زکوٰۃ کو عام رفاہی کاموں مثلاً تعلیم، مرض اور تجہیز و تکفین پر صرف کرنا شرعاً درست نہیں البتہ جہاد فی سبیل اللہ کی مد میں اسے خرچ کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے! (حافظ حسن مدنی)

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

اعلامیہ وفاق المدارس العربیہ

مدارس عالیہ کے ذمہ دار حضرات کی خدمت میں

عقیدہ ختم نبوت اسلام کا اساسی عقیدہ ہے۔ ہمارے حضرات اکابر نے جہاں دین کے دیگر شعبوں میں بے مثال خدمات سرانجام دیں۔ وہاں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ''فتنۂ قادیانیت'' کے رَد میں بھی گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

مدارسِ عربیہ کے عزیز طلبہ کی اس موضوع سے آگاہی کے لئے کتاب ''آئینۂ قادیانیت'' کو وفاق المدارس العربیہ نے عالمیہ سال اوّل (درجہ مشکوٰۃ) میں داخل نصاب کیا ہے۔ اس کتاب میں قدیم مواد کو جدید اسلوب میں مرتب کیا گیا ہے، جو انتہائی مفید ہے۔

اس بات کا افسوس ہے کہ بعض مدارس میں یہ کتاب نہیں پڑھائی جارہی اور اگر پڑھائی بھی جاتی ہے تو اس پر خصوصی توجہ نہیں دی جاتی۔ ہماری تمام مدارس سے گذارش ہے کہ وہ پورے اہتمام اور توجہ سے اس کتاب کو پڑھائیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جن مدارس میں ابھی تک یہ کتاب نہیں پڑھائی جارہی وہ جلد از جلد اس کے پڑھانے کا اہتمام کریں گے اور اس پر خصوصی توجہ بھی دیں گے۔